فقہی قاعدہ: المشقۃ تجلب التیسیر ‘‘مشقت آسانی لاتی ہے’’ کی عملی تطبیق

(Applied Aspects of Islamic Legal Maxim: “Hardship shall bring Alleviation”)

☆ زینب امین

☆☆ ضیاء اللہ

☆☆☆ سید مبارک شاہ

Abstract

Al- qaw┐ 'id al-fiqhiyya or Legal Maxims are general rules which can be applied in various cases that come under common rulings. They play great role in the formation of Islamic Law because they are used as principles to deduce rules of *fiqh*. This article provides lexical and literal meaning of *al-q┐ 'ida* and then concentrates on the application side of the legal maxim: *al-mashaqqatu tajlub al-tays┘ r* “Hardship shall bring alleviation" meaning that the law shall not validly require anything which people are incapable of fulfilling without undue difficulty.

قواعد نہ تو مآخذ قانون ہیں اور نہ خود قانون، یہ ایسے رہنماء خطوط وضابطے ہیں جن کی روشنی میں مجتہدین اور فقہاء مسائل کے شرعی احکام تلاش کرسکتے ہیں ان کے مطالعہ سے فقہ اسلامی کے مجتہدین وفقہاء کا اجتہادی عمل سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور روزمرہ معاملات میں شریعت کے نقطہ نظر سے آگاہی اور ان معاملات پر قواعد کلیہ کی تطبیق ممکن ہو جاتا ہے۔

المشقۃ تجلب التیسیر قاعدے کا عمومی مطلب یہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے اور تنگی دور کرتی ہے۔ در حقیقت شریعت کا اصل مقصد انسانوں کے لیے آسانی اور سہولت مہیا کرنا ہے۔ اسی بناء پر کثیر احکام شرعیۃ زیادہ تر بندوں کی سہولت پر مبنی ہیں۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات، شہید بے نظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی پشاور

☆☆ پروفیسر علوم اسلامیہ، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ اریبک سٹڈیز، پشاور یونیورسٹی

☆☆☆ سید مبارک شاہ، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلاما ت، انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ اریبک سٹڈیز، پشاور یونیورسٹی

اگر ایسا نہ ہوتا تو بندے بڑی مشقت اور شدید حرج میں مبتلا ہو جاتے ۔ تمام فقہی احکام کو اسی قاعدے کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

"قاعدہ" کے لغوی معنی:

قاعدے کے لغوی معنی بنیاد اور اساس کے ہیں" والقاعِدَةِ أَصلُ الأُسِّ والقَواعِدُ الإِساسُ "[1] کسی عمارت کی بنیادوں کو بھی "قواعد" کہتے ہیں" وقواعِد البيت إساسُه "[2] قواعد البیت سے مراد گھر کی بنیادیں ہیں۔ قرآن کریم میں لفظ "قواعد" اسی مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ﴾ [3]

"اور جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے"

اس طرح سورہ نحل میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ﴾ [4]

عمارت کے ستونوں اور کجاوے کی مضبوطی کے لیے اس کے نیچے لگائی جانے والی چار لکڑیوں پر "قواعد" کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ عمارت کے لیے ستون اور کجاوے کے لیے یہ لکڑیاں بھی بمنزلہ بنیاد کی ہوتی ہیں۔ چنانچہ علامہ زجاج[5] کا قول نقل کیا گیا ہے: وقَوَاعِدُ الهَوْدَجِ : خَشَبَاتٌ أَرْبَعٌ .[6] "اسی لحاظ سے کسی مملکت کے دار الحکومت کو بھی 'قاعدہ" کہا جاتا ہے کہ یہ بھی مملکت کے لیے بنیاد کی طرح اہمیت رکھتا ہے[7]۔

چنانچہ "قواعد" سے مراد کسی شے کی بنیادیں اور اصول ہیں۔ وہ شے چاہے حسی ہو یا معنوی، اس کی دونوں قسموں حسیات اور معنویات میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے، حسی اشیاء میں استعمال کی مثال قواعد البیت اور قواعد الہودج اور معنوی اشیاء میں استعمال کی مثال قواعد الدین، قواعد الفقہ وغیرہ ہیں تاہم اول الذکر میں لفظ قواعد حقیقۃً اور موخر الذکر میں مجازی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے اس لحاظ سے لفظ قاعدہ اور قواعد کو فقہی قواعد کے لیے استعمال کیا ہے[8]۔

فقہی اور قانونی اصطلاح کے اعتبار سے قاعدہ کا مفہوم دوسرے علوم و فنون سے ذرا مختلف معنی رکھتا ہے، دوسرے علوم مثلاً نحو، طبیعات اور ریاضی وغیرہ میں قاعدہ سے مراد ایسا حکم یا اصول ہے جو اپنی جزئیات پر مکمل طور پر منطبق ہوتا ہے۔
کسی فقہی قاعدہ کا اطلاق اس کے ذیل میں آسکنے والے تمام حالات و مسائل پر نہیں بلکہ صرف اس کی بیشتر صورتوں پر ہوتا ہے اور بہت سی صورتیں بہر حال ایسی ہوتی ہیں جو اس قاعدہ کے اطلاق سے باہر رہتی ہیں۔

لہذا چند قواعد ایسے ہیں جو یا تو براہ راست کسی حدیث نبوی کے الفاظ سے ماخوذ ہیں یا کسی متعین فقیہ و مجتہد کی طرف منسوب ہیں لیکن ایسے قواعد بہت کم ہیں اور ان کی حیثیت اس عمومی کیفیت سے استثنائی صورت کی ہے۔

ان قواعد میں سے ایک قاعدہ المشقۃ تجلب التیسیر [9] ہے "مشقت آسانی لاتی ہے" یعنی مشکلات سہولت کا سبب ہو جاتی ہیں اور تنگی کے موقعہ پر توسیع دی جاتی ہے ۔ بہت سارے فقہی مسائل میں اس قاعدہ کا سہارا لیا جاتا ہے ، مثلاً قرض، حوالہ، حجر وغیرہ۔ فقہاء نے احکام شرعیہ میں جو رخصتیں اور تخفیفات جائز قرار دی ہیں وہ سب اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔

یہ قاعدہ شریعت اسلامی کے پانچ بنیادی قواعد میں سے ایک ہے، جو مستنبطہ ہے، یعنی چند نصوص سے اخذ کیا گیا ہے مثلاً۔

۱۔" يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ"

۲۔" لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا"

۳۔" فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ"۔

۴۔"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ"[10]۔

احادیث نبوی سے بھی اس قاعدے کی تائید و توضیح ہوتی ہے مثلاً : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اللہ کے نزدیک کونسا دین پسندیدہ ہے تو آپ ﷺ فرمایا: " الحنيفية السمحة "[11]۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے: " أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللهِ الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَة "[12]۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت یوں نقل ہے: إنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين "[13]۔ حدیث: "يسروا ولا تعسروا"[14]۔

مشقت کی تعریف اور تشریح:

علامہ شاطبی [15] (م ۷۹۰ھ) مشقت کی تعریف میں یوں لکھتے ہیں : " کہ جب کوئی کام کسی شخص کی قدرت میں ہو لیکن وہ اسے انجام دینے میں کافی مشکل محسوس کرے تو اسے مشقت کہیں گے "[16]۔ مشقت کی وضاحت میں مزید لکھتے ہیں : " عموماً ایسی تکلیف جو روز مرہ کے معمولات میں لاحق ہوتی ہے مشقت نہیں کہلاتی بلکہ اس سے بڑھ کر جو زائد تکلیف اٹھانا پڑے اسے مشقت کہتے ہیں، البتہ جن امور کو انجام دینا انسان کے طاقت سے باہر ہو تو ان اعمال کا اسے مکلف ٹھہرانا بھی مشقت کہلائے گا"[17]۔

فقہاء نے ہر مشقت کو شرعاً معتبر نہیں گردانا اور نہ ہی تخفیف و سہولت کو اس قدر عام کیا ہے کہ انسان جب چاہے اس کی راہیں نکال لے بلکہ ہر ایک کے لیے فقہ میں اصول و ضوابط مقرر اور حدود و قیود متعین ہیں۔ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کی

زندگی صاف ستھری گزرے، ان خیالات وجذبات پر قابو پانے کی صلاحیت اور ذاتی اغراض ومفاد اور نفسانی خواہشات کو دبانے کی ہمت وطاقت پیدا ہو، زندگی میں یہ جوہر اسی وقت نمودار ہو سکتا ہے جب انسان کی حیوانی جبلت پر اخلاقی پابندیاں عائد ہوں اور ترک واختیار کے شرعی ضابطے مقرر ہوں۔ اس کے بغیر نہ انسان کی زندگی اچھی ہو سکتی ہے، اور نہ صالح معاشرہ وجود میں آسکتا ہے پھر یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھنے کے لیے احکام وقوانین مقرر کیے جائیں اور ان میں انسان کو معمولی مشقت بھی برداشت نہ کرنی پڑے اور جذبات وخواہشات کی حد بندی میں ہر جگہ تخفیف وسہولت ہو۔ جہاں تک مشقت کا تعلق ہے انسان کی زندگی کا کوئی شعبہ بھی اس سے خالی نہیں حتی کہ خورد ونوش جیسے معمولات زندگی میں بھی مشقت پائی جاتی ہے، اس لیے الامینی نے شرعی احکام وقوانین میں بالکلیہ مشقت کی نفی کو ممکن قرار نہیں دیا[18]۔

علامہ امینی مزید وضاحت کرتے ہیں " البتہ ایسی مشقت جس کو عادت میں داخل نہ کیا جاسکے یا جو انسان کے قیام وبقا میں مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہو اس میں تخفیف وسہولت کی راہیں نکالی جاتی ہیں فقہاء اسے غیر عادی یعنی (خارج از عادت) مشقت سے تعبیر کرتے ہیں"[19]۔ علامہ شاطبی ایسی مشقت کی پہچان یوں ذکر کرتے ہیں: " **أنه إن كان العمل يؤدي الدوامُ عليه إلى الانقطاع عنه، أو عن بعضه، أو إلى وقوع خلل في صاحبه، في نفسه أو ماله، أو حال من أحواله، فالمشقة هنا خارجة عن المعتاد، وإن لم يكن فيها شيء من ذلك في الغالب، فلا يعد في العادة مشقة "**[20]۔ یعنی اگر کسی عمل کو دائمی طور پر انجام دینا مشکل ہو کہ ایسا کرنے سے بالآخر وہ عمل چھوٹ ہی جائے یا ناقص ہو جائے یا اس کو انجام دینے کی جان، مال یا اس کی حالت میں تغیر واقع ہو جائے۔ تو اس قسم کی مشقت خارج از عادت اور غیر معمولی مشقت قرار پائے گی جو مشقت ایسی نہ ہو وہ عادتاً مشقت نہیں سمجھی جائے گی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شرعی احکام ایسے ہوں جن پر ہمیشہ عمل کرنے سے بندے کا جانی ومالی نقصان ہوتا ہو یا اس کی حالت میں تغیر پیدا ہو تو اس قسم کی مشقت تخفیف وسہولت کی طالب ہے اور جو احکام ایسے نہ ہوں وہ مشقت کے ذیل میں نہیں آئیں گے اور نہ ان میں تخفیف وسہولت کی گنجائش ہے۔

علامہ جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ) نے مشقت کو دو اقسام میں ذکر کیا ہے: "حقیقی اور وہمی مشقت"[21]۔

مشقت حقیقی:

حقیقی مشقت کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی مستند طبیب کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے غالب گمان ہو کہ ایسا مریض جس سے ٹھنڈے پانی سے یا روزے سے شدید مشقت لاحق ہوگی تو اس صورت میں وہ پانی کی بجائے تیمم کر سکتا ہے اور اسی طرح روزہ میں

بھی اس کو چھوٹ حاصل ہے اور اس کے لیے شریعت کی طرف سے دی گئی رخصت و سہولت سے فائدہ اٹھانا جائز ہو گا تاوقتیکہ وہ صحت یاب ہو جائے[22]۔

مشقت وہمی:

وہمی مشقت یہ ہے کہ جن اسباب اور علتوں کا اعتبار کر کے رخصت اور سہولت مہیا کی ہے وہ عادتاً موجود ہوں لیکن فی الحال نہ پائی جا رہی ہوں۔ ایسی صورت میں ان کا اعتبار نہ ہو گا اور ان کی وجہ سے رخصت و سہولت کی اجازت نہیں ہو گی، مثلاً ایک شخص کو کبھی کبھار بخار ہوتا ہے لہذا جب اس کو بخار ہو گا تو اس وقت کے اعتبار کر کے رخصت کا مستحق ہو گا۔ اسی طرح عورتوں کے ایام مخصوصہ[23]۔

علامہ سیوطی نے مشقت کے تین درجات ذکر کیے ہیں:

۱۔ سب سے شدید درجہ یہ ہے کہ کسی حکم پر عمل کرنے سے انسان کو اتنی مشقت برداشت کرنی پڑے کہ اس سے جان یا کسی عضو کو نقصان پہنچے یا عضو کی حقیقی منفعت زائل ہونے کا اندیشہ ہو۔

2۔ ادنی درجہ یہ ہے کہ حکم پر عمل کرنے سے معمولی اور ہلکی پھلکی تکلیف ہو مثلاً سر یا کسی عضو میں معمولی درد ہو۔

۳۔ درمیانی درجہ یہ ہے کہ حکم پر عمل کرنے سے اتنی مشقت برداشت کرنی پڑے جو ان دونوں کے درمیان ہو مثلاً مرض کی حالت میں روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جائے یا دیر میں اچھا ہونے کا اندیشہ ہو ان تینوں درجوں میں پہلے اور درمیانی درجے پر شرعی رخصت اور سہولت کی گنجائش ہے۔ جب کہ ادنی درجہ پر رخصت کی کوئی گنجائش نہیں ہے[24]۔

مشقت سہولت لاتی ہے:

جب کسی حکم میں مشقت کا سامنا کرنا پڑے تو شریعت اسلامیہ تخفیف، سہولت اور آسانی مہیا کرتی ہے رسول اللہ ﷺ کی ایک اہم خصوصیت قرآن حکیم میں یہ بیان ہوئی ہے کہ آپ ﷺ ان بے شمار بوجھوں اور زنجیروں سے نوع انسانی کو نجات دلاتے ہیں جن میں وہ صدیوں سے جکڑی ہوئی ہے۔

لہذا اسی قاعدہ کا دوسرا حصہ "التیسیر" ہے۔

التیسیر کا لغوی معنی:

التیسیر کا مصدر یسر ہے کہا جاتا ہے: "یسر الأمر اذا سھلہ ولم یعسر ولم یشق علی غیرہ أو نفسہ فیھا"[25]۔ اور اسی طرح اللہ تعالی فرماتا ہے: "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ"[26]۔ یعنی ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے

لیے آسان بنادیاہے۔ کیااب کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟۔ایک اور جگہ ارشاد باری ہے: " وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ "[27] اوراگر کوئی تنگ دست (قرض دار) ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے۔ دوسری جگہ یوں ارشاد ہے" سَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى "[28] تو ہم اس کو آرام کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔ اور اسی طرح حدیث میں ہے: "یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا "[29]۔یعنی آسانی پیدا کرو نہ کہ تنگی اور خوش خبری دو نہ کہ دوری۔

فقہی تعریف لغوی تعریف کے بالکل موافق ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلامی بندوں کے لیے سختی نہیں بلکہ نرمی آسانی اور تخفیف چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے دین کے کسی حکم میں کوئی تنگی نہیں رکھی اور کسی شخص پر کوئی ایسا حکم لازم نہیں کیا جو اس کی طاقت و وسعت سے باہر ہو۔

قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ احکام شریعت کی تعمیل، جہاں ایسی تنگی اور سختی کا باعث بنے جو مکلفین کے بس، طاقت اور قدرت ممکنہ سے باہر ہو تو ایسے حرج اور تنگی کو دفع کیا جائے گا۔ انسانی طاقت کے بقدر اسے مکلف بنایا جا ئے گا، وسعت وطاقت سے زیادہ ذمہ داری مکلف پر نہیں ڈالی جائے گی۔ ابن نجیم (م ۹۷۰ھ) نے امام شافعی رحمہ اللہ کا وضع کردہ قاعدہ ذکر کیاہے جو اسی مفہوم کا حامل ہے: "اذا ضاق الأمر اتسع "[30]۔ قاعدہ کا مطلب تقریباً یہی ہے یعنی جب کسی کام میں تنگی پیدا ہوجائے تو اس میں وسعت دی جائے گی۔ مصطفی احمد زرقاء نے اس قاعدے کی وضاحت اس طرح کی ہے :"کہ جب کسی شخص یا اشخاص یا ملک وملت کو کوئی اشد ضرورت پیش آجائے یا ایسے خاص اور استثنائی حالات پیش آجائیں جن میں شریعت کے عمومی اور معمولی احکام کو جوں کا توں نافذ کرنے میں حرج اور مشقت پیش آئے تو اس حکم کے نفاذ میں نرمی اور تخفیف سے کام لیا جائے گا۔ یوں اس حکم پر بہ سہولت عمل درآمد ہو سکے گا۔ یہ نرمی اور تخفیف اس وقت تک باقی رہے گی جب تک وہ خصوصی اور استثنائی حالات رہیں گے"[31]۔

امام شافعی نے تین مختلف مسائل کے جواب میں اس کلیہ کا حوالہ دیا کہ اگر کسی عورت کا ولی دوران سفر گم ہو جائے اور وہ عورت کسی کو اپنے معاملات سفر کا نگران بنادے تو جائز ہے آپ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا: اذا ضاق الامر اتسع "، اور وہاں بھی آپ نے یہی قاعدہ ذکر کیا کہ جب کسی برتن کو گوبر سے لیپ کیا ہو تو اس برتن کے پانی سے وضوء جائز ہے [32]۔اسی قاعدے یعنی واذا اتسع ضاق" کو مجلۃ الأحکام العدلیۃ میں اس طرح نقل کیا گیاہے کہ جب حالات ٹھیک ہو جائیں اور نرمی کی ضرورت نہ رہے تو سابقہ صورت حال بحال ہو جائے گی[33]۔

اسی طرح ایک اور فقہی قاعدہ جو قاعدہ "المشقۃ تجلب التیسیر" کا ذیلی قاعدہ ہے" الحرج مدفوع[34]۔

حرج کے لغوی معنی سختی، تنگی اور ضیق کے ہیں مکان حرج اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں درختوں کی کثرت کی وجہ سے زمین میں تنگی پیدا ہو۔ "حرج صدر" کا معنی ہے، سینے کا تنگ ہونا، نیز حرج بمعنی اثم اور گناہ بھی آتا ہے [35]۔ اصطلاح شریعت میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے: "کل ما أدی إلی مشقۃ زائدۃ فی البدن أو النفس او المال حالاً أو مآلاً"[36]۔ وہ چیز جو فی الحال یا انجام کار بدنی، جانی یا مالی شدید مشقت کا سبب بنتی ہو وہ حرج کہلاتا ہے۔

قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ احکام شریعت کی تعمیل، جہاں ایسی تنگی اور سختی کا باعث بنے جو مکلفین کے بس، طاقت اور قدرت ممکنہ سے باہر ہو تو ایسے حرج اور تنگی کو دفع کیا جائے گا۔ انسانی طاقت کے بقدر اسے مکلف بنایا جائے گا، وسعت و طاقت سے باہر ذمہ داری مکلف پر نہیں ڈالی جائے گی۔

مشقت کی شرائط:

شریعت نے اسباب تخفیف ورخصت پر بعض شرائط عائد کی ہیں تاکہ حیلہ جو اور آزاد طبع لوگ مشقت کی وجہ سے دی گئی سہولتوں اور رخصتوں کو بے محل اور بلا ضرورت استعمال نہ کر سکیں۔ ان میں چند اہم شرائط یہ ہیں:

1۔ ابن نجیم اس کے بارے میں یوں ذکر کرتے ہیں کہ "مشقت اور حرج کا وہیں اعتبار کیا جائے گا جہاں شارع کی طرف سے مشقت کے برعکس کوئی صریح حکم موجود نہ ہو لیکن جہاں مشقت کے تقاضے کے خلاف کوئی صراحت ہو وہاں مشقت کا اعتبار نہیں ہو گا"[37]۔

2۔ مشقت میں انسان کی نفسانی خواہشات اور جذباتی میلانات کا اعتبار نہ ہو گا۔ کیونکہ نفسانی خواہشات عموماً برائی پر آمادہ کرتی ہیں[38]۔

اسباب مشقت و سہولت:

شریعت اسلامی نے اسباب مشقت اور ان میں سہولت کی یہ صورتیں بیان کی ہیں:

ایک کو عموم البلوی اور دوسری صورت کو خصوص البلوی کہا جاتا ہے۔ اب ہر ایک صورت کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے:

1۔ عموم البلوی:

عموم البلوی کا معنی بلوی کا عام ہو جانا ہے بلوی کا لغوی مفہوم مصیبت ہے[39]۔ فقہ اسلامی میں عموم البلوی سے مراد کسی بلا، مصیبت یا شدید مشقت کا اس قدر عام ہو جانا ہے کہ لوگوں کے لیے اس سے بچنا مشکل ہو جائے۔ ایسی صورت میں اگر اکثر اس مشقت، حاجت، تکلیف سے دوچار ہونا پڑے تو یہ صورت حال ضرورت کا درجہ اختیار کرتی ہے۔ اسی بناء پر

سیوطی(م ۹۱۱ھ) اور ابن نجیم(م ۹۷۰ھ) نے بعض اہم فقہی مسائل الگ کیے جو عموم البلوی کے تحت آتے ہیں: جو کہ یہ ہیں: ۱۔ صلاۃ یعنی نماز سے متعلق ۱۷ مقامات ذکر کیے ہیں[40]۔

یہ ۱۷ مقامات نجاست کے حوالے سے عموم بلوی کے زمرے میں آتے ہیں : ۱۔ کپڑے پر اس کے چوتھائی حصے یا اس سے کم نجاست خفیفہ۔ ۲۔ کپڑے پر درہم کے برابر یا اس سے کم حصے پر نجاست غلیظہ، ۳۔ پسوؤں اور کھٹملوں کا خون، خواہ کتنا ہی کثیر ہو۔ ۴۔ راستوں اور سڑکوں کی نجاست آلودہ مٹی، ۵۔ نجاست کا اثر کپڑے پر رہ جائے اور یہ اثر دور نہ ہو۔ ۶۔ بلی کا پیشاب ایسے پانی میں مل جائے جو کسی برتن میں نہ پڑا ہو، ۷۔ کبوتر اور چڑیا وغیرہ کی بیٹ خواہ، کثرت سے ہو، ۸۔ حرام پرندوں کی بیٹ،۹۔ گوبر کے ذرات، ۱۰۔ نجس شے کے جلنے سے پیدا شدہ دھواں، ۱۱۔ حیوانوں کی گزر گاہ کی گوبر آلود مٹی، ۱۲۔ نجس بھاپ، ۱۳۔ حمام کی دیواروں سے ٹپکنے والے قطرات، ۱۴۔ پاک مٹی جو ناپاک پانی میں گندھی ہوئی ہو۔ ۱۵۔ راستے کا کیچڑ اور آلودہ پانی، ۱۶۔ زخموں اور پھوڑوں کا خون و پیپ، ۱۷۔ چھوٹی مچھلیوں کے پیٹ کی آلائش۔

2۔ نماز کے علاوہ دیگر صورتوں کا ذکر بھی اس انداز سے شریعت میں ذکر کیا گیا ہے۔ دودھ دوہتے وقت بکری وغیرہ کی مینگنی دودھ میں گر پڑے جبکہ وہ نہ تو پھٹے اور نہ دودھ کی رنگت تبدیل کرے تو ایسا دودھ پاک ہے۔ ۳۔ پانی نہ ملنے یا پانی سے بیمار بڑھنے کا خدشہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کیا جا سکتا ہے۔ ۴۔ سفر کے علاوہ حضر میں مشقت سے بچنے کے لیے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ ۵۔ قرآن کریم میں سے جس قدر ممکن ہو نماز میں پڑھنے پر اکتفا کرنا ہے۔ اسی کے تحت کئی اور مشقتیں ہیں جو بہت عام ہیں۔ ۶۔ روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، بیماری یا شدید بھوک سے ہلاک ہونے کا خوف ہو تو روزہ کھولنا جائز ہے۔ یا سفر کی حالت میں رخصت و سہولت دی گئی ہے۔ ۷۔ اور پوری زندگی میں صرف استطاعت کی مطابق ایک دفعہ حج کرنا۔ بار بار کی مشقت سے سہولت دی گئی ہے۔ ۸۔ شدت بھوک میں مردار کھانا جائز کر دیا گیا۔ اس حالت میں دوسرے شخص کا مال کھانا بدل ادا کرنے کی شرط کے ساتھ جائز کیا گیا تا کہ جان کی حفاظت بھی ہو سکے اور بندوں کے حقوق بھی ضائع نہ ہونے پائیں۔

2۔ خصوص البلوی:

بعض مصائب، مشکلات اور تنگی پیدا کرنے والے واقعات و حالات یا تو خاص مواقع پر کبھی کبھی رونما ہوتے ہیں یا بعض افراد کو لاحق ہو سکتے ہیں اس لیے انہیں خصوص البلوی[41] کہہ سکتے ہیں یعنی خاص مواقع پر خاص افراد کے لیے مشکلات وغیرہ۔

نقص طبعی: نقص طبعی اسباب مشقت و تخفیف میں شامل ہے جب کوئی شخص کسی طبعی نقص مثلاً صغر سنی، جنون، نادانی، نیند، سکر، عدم بصارت، عدم سماعت گونگا پن، اور بیماری وغیرہ میں مبتلا ہو تو روزمرہ کے کام کاج میں غیر معمولی مشقت برداشت کرنا

پڑتی ہے اور بعض دفعہ غیر معمولی مشقت کے باوجود کوئی کام انجام دینا ناممکن ہوتا ہے۔ عورت بھی اس میں شامل ہے عورت جسمانی لحاظ سے مرد کی بہ نسبت کمزور اور نازک ہوتی ہے اور اپنے طبعی فرائض اور خصوصیات کی بنا پر مردوں کی طرح نہ سخت اور مشقت طلب کام کر سکتی ہے اور نہ ایسے کام کر سکتی ہے جس کے لیے اسے مردوں کے درمیان چلنا پھرنا اور رہنا پڑے۔ عورت پر نماز باجماعت نماز جمعہ، جہاد، جزیہ، دیت (بطور عاقلہ)، عیدین، تکبیر تشریق، تلبیہ فی الحج، قسامت لازم نہیں[42]۔ ایام حیض میں نماز اور روزہ کے چھوٹ، اور حج کے دنوں میں سر کے بال مونڈوانا لازم نہیں، عورت کو سزا کے طور پر جلاوطن نہیں کیا جاسکتا، عورت کے لیے بطور گواہ عدالت جانا لازم نہیں بلکہ قاضی یا جج خود اس کے پاس جائے گا، عورت کو شہادت کی ذمہ داریوں سے بری الذمہ کر دیا گیا ہے لیکن اگر مرد موجود نہ ہو اور گواہ کی شدید ضرورت ہو تو عورت کو گواہ بنایا جاسکتا ہے لیکن دو عورتوں کی قید لگائی ہے۔ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں عورت کی گواہی ضروری ہوتی ہے، تو وہاں پر وہ جاسکتی ہے[43]۔ بڑھاپا بھی نقص طبعی میں شمار کیا جاتا ہے، زیادہ ضعف میں مشقت ہوتی ہے کسی جسمانی عبادت کو ادا کرنے میں، لہٰذا مرغینانی (م ۵۹۳ھ) نے تفصیل سے ان رعایتوں کا ذکر کیا ہے[44]۔ مجنون، جس کی عقل جاتی رہی ہو اور وہ بات کو سمجھ نہ سکے اور کسی وقت بھی اسے افاقہ نہ ہوتا ہو[45]۔ بعض فقہاء نے بے وقوف شخص کو بھی مجنون اور بچے کی طرح شمار کیا ہے[46]۔

اکتسابی نقص: اکتسابی سے مراد خود طاری کردہ نقص ہیں، اس میں خطاء، اکراہ، یعنی جبر اور سفر وغیرہ شامل ہیں۔

سفر میں تخفیف: سفر لغت میں قطع مادفت کو کہتے ہیں [47]۔ شرعاً ایک خاص مقام سے دوسرے مقام تک جس میں ۴۸ میل کی مسافت اور دنوں کا تعین بھی ہو۔ یہاں پر نماز اور روزہ کی تخفیف دی گئی ہے۔

مرض میں تخفیف: بیماری: یعنی ایسا مرض لاحق ہو جس میں مختلف افعال کے ادا کرنے میں حرج، مشقت تکلیف اور درد کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔ اگر مرض پانی سے زیادہ ہوتا ہو تو تیمم کرنا جائز ہو گا، اور نماز میں بھی قیام کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھنا جائز ہو گا۔ اگرچہ قیام فرض ہے۔

شہادت: اگر کوئی گواہ اس قدر بیمار ہو کہ عدالت میں حاضر ہونے سے معذور ہو تو دو افراد کے سامنے اپنی شہادت بیان کرے انہیں کہے کہ وہ یہ شہادت عدالت میں بیان کر دیں، ایسی صورت میں عدالت ان دونوں کے بیانات قلم بند کرے گی جو اس مریض گواہ کی شہادت تصور ہو گی، اسے شہادت علی الشہادت کہتے ہیں[48]۔

یہاں چونکہ التیسیر کا ذکر ہے یعنی آسانی، اور آسانی تب پیدا ہو گی جب کسی حکم میں تخفیف و رخصت دی جائے۔

تخفیف کا معنی و مفہوم:

تخفیف کا معنی بوجھ کم کرنا ہے، یعنی مشقت جو لاحق ہو اس میں کمی کرنا مقصود ہوتا ہے [49]۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ "[50] یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارا بوجھ کم کرے۔ شریعت میں اس کی تعریف یہ ہے کسی عمل کی انجام دہی میں مشقت میں کمی کرنا تاکہ وہ سہولت سے پورا کیا جاسکے۔ متذکرہ آیت قرآنی میں اس کے اصطلاحی معنی بھی مراد ہیں۔

رخصت:

رخصت کے معنی کسی کام میں آسانی پیدا کرنے کے ہیں۔ شریعت میں اس سے مراد کسی حکم اصلی میں اس طرح تبدیلی کرنا ہے جس سے وہ حکم آسان ہو جائے [51]۔ فقہاء کرام کے نزدیک کسی عذر کی بنا پر مکلف کے لیے وسعت فراہم کرنا، جبکہ حرمت اپنی جگہ پر برقرار رہے، رخصت ہے، رخصت آسانی اور سہولت سے عبارت ہے [52]۔ مطلب یہ کہ جب مشقت یا ضرر کی وجہ سے کسی حکم شریعت کی بجاآوری مشکل ہو جائے تو حکم اصلی کا سبب حرمت برقرار رکھتے ہوئے سہولت مہیا کی جاتی ہے لہذا رخصت کا اطلاق عزیمت کے مقابلے پر کیا جاتا ہے، عزیمت احکام اصلیہ ہیں۔

اس قاعدے کا عمومی مطلب یہ ہوا کہ شریعت اسلامی کے احکام جن میں مشقت اور تنگی یا حرج واقع ہو اس پر ہر قسم کی سہولتیں اور تخفیفات دی گئی ہیں۔ ان میں ایک تو وہ ہے جس میں محض آسانی مقرر کی ہے، اور دوسری وہ ہے جو عوارضات کے عارض ہونے پر عذر تصور کرتے ہوئے جائز کی گئی ہے۔ اس کو شریعت نے رخصت کا نام دیا ہے۔ جس مقام پر جہاں کسی تخفیفی صورت پر رخصت کا اطلاق کیا گیا ہو اس سے اس امر کی تنبیہ کرنا مقصود ہوگا۔

اجماع اور استحسان کے اکثر مسائل اسی قاعدے پر مبنی ہیں اس قاعدہ کا اطلاق وہاں ہوگا جہاں پر کوئی صریح نص موجود نہ ہو۔

خلاصہ بحث:

خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے جن مشقتوں کو باقی رکھا ہے، ان میں سے ہر مشقت کی مثال عام انسانوں کی روزمرہ زندگی میں موجود ہے، بلکہ شریعت میں باقی رکھی جانیوالی مشقتیں اپنی مماثل عام مشقتوں سے بہت کم اور ہلکی ہیں، مثلاً ایک شخص چوبیس گھنٹوں میں جتنی مشقت اپنی روزی کمانے کے لیے کرتا ہے، نماز میں اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ ایک شخص اپنی مجموعی کمائی کا جتنا حصہ غیر ضروری مصارف یعنی اپنی حوائج ضروریہ کے علاوہ دوسرے مصارف میں خرچ کرتا ہے، زکوۃ، عشر اور صدقات واجبہ کی مقدار اس سے بہت کم ہوتی ہے، ایک شخص دنیوی بھاگ دوڑ میں جتنی بھوک پیاس برداشت کرتا ہے وہ روزہ کی بھوک پیاس سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔ انسان کو زندگی میں عموماً جتنا سفر درپیش رہتا ہے اس کی مجموعی طوالت اور فاصلہ کے لیے

فاصلہ سے زیادہ وہی ہوتا ہے۔ ایک شخص اپنی جان، مال، شہرت اور ملک و قوم کے دفاع میں اپنی جان لڑا دیتا ہے تو آخر کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے جان لڑانے میں کیوں زیادہ مشقت کا رونا رویا جائے۔

شریعت اسلامی نے جس مشقت کو روکنے اور جس کی موجودگی میں تخفیف و سہولت دینے کا اہتمام کیا ہے اس مراد وہ مشقت ہے جو معمول کی حدود سے باہر ہو۔ جو مشقت اپنی عام، معقول اور معمول کی حدود کے اندر رہو۔ اس میں تخفیف کی ضرورت نہیں ہوتی۔ عام معمول کی مشقت وہ ہے جو عام انسان اپنی روزمرہ ضروریات پورا کرنے کے لیے عموماً برداشت کرتا یا کرسکتا ہے۔ ایسی مشقت کو شریعت ختم کرنا چاہتی ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ شرعی واجبات و فرائض کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب میں کسی کو عام قسم کی مشقت بھی نہ ہو۔

حواشی

1 ابن منظور: لسان العرب۔ (دار الصادر للطباعۃ والنشر ط۱۳۸۸ھ بیروت) مادۃ قعد، 11/339

2 اسماعیل: الصحاح۔ تحقیق عبد الغفور، دار الکتب العربی مادۃ "قعدہ"۔

3 القرآن: البقرۃ، 127۔

4 القرآن: النحل 26.

5 زجاج، آپ کا پورا نام ابراہیم بن محمد بن سدی بن سہل الزجاج مشہور لغوی اور نحوی 241ھ بغداد پیدا ہوئے اور یہی 311ھ میں انتقال ہوا۔ (ابن خلکان: وفیات الاعیان 1/49)

6 الزبیدی، سید محمد مرتضی: تاج العروس من جواہر القاموس (بن غازی دار لیبیا للنشر والتوزیع) مادۃ قعد"؛ الاصفہانی: المفردات فی غریب القرآن ترجمہ: محمد سید کیلانی، مادۃ قعد ص409.

7 لویس معلوف: المنجد ص822 مادۃ" قعد"۔

8 المقری، ابو عبد اللہ محمد بن محمد: القواعد، تحقیق احمد بن عبد اللہ بن حمید (مکۃ مکرمۃ، مرکز احیاء التراث الاسلامی مقدمۃ ص104.

9 اس قاعدہ کو تقریباً تمام کتب قواعد نے ذکر کیا ہے مثلاً، الزرکشی :المنثور حرف میم، ابن السبکی: الاشباہ والنظائر ص 35؛ السیوطی: الاشباہ النظائر ص ۷۶؛ ابن نجیم: الاشباہ والنظائر ص74؛ مجلۃ الاحکام العدلیۃ مادہ 17؛ الزرقاء: المدخل الفقہی العام فقرہ 598

10 القرآن: البقرۃ: 185، 286؛ حج 78؛ التغابن، 16.

11 مسند الإمام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما 1/350؛ حدیث نمبر 2116.

12 صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب الدین یسر۔

13 مسند الإمام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ 2/274، حدیث نمبر 7234.

14 ابن حجر العسقلانی: الإصابۃ فی تمیز الصحابۃ، 8/254؛ الفاظ میں معمولی سی تبدیلی کے ساتھ الہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے، باب ماجاء فی الخوف والرجاء 10/551.

15 علامہ شاطبی کا پورا نام ابراہیم بن موسی بن محمد، اور کنیت ابو اسحاق، غرناطہ سے تعلق کی بنا پر غرناطی کہلائے آپ مالکیہ فقہاء میں سے امام محقق، اصولی، مفسر اور محدث تھے، آپ کی وفات 790ھ میں ہوئی۔ آپ کی مشہور تصنیف " الموافقات فی اصول الفقہ "۔ میں ہیں۔ (یحی مراد: معجم تراجم اعلام الفقہاء، ص164؛ الزرکلی: الأعلام 1/71)

16 شاطبی: الموافقات 2/119.

17 ایضاً 2/119.

18 الامینی: فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص325.

19 ایضاً۔

20 الشاطبی: الموافقات 2/213

21 السیوطی، جلال الدین: الأشباہ والنظائر ص81- قاعدہ" المشقۃ تجلب التیسیر"۔

22 ایضاً۔

23 ایضاً

24 ایضاً

25 ابن منظور: لسان العرب، مادۃ "یسر"۔

26 سورۃ القمر آیۃ 17.

27 سورۃ البقرۃ آیت 280.

28 سورۃ اللیل آیت ۷۔

29 صحیح البخاري، کتاب العلم, باب ماکان النبي صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ العلم، 1/38، حدیث نمبر 69.

30 ابن نجیم: الأشباہ والنظائر 1/228، اسی قاعدے کو سیوطی اور مجلۃ الأحکام العدلیۃ نے بھی نقل کیا ہے۔ السیوطی: الأشباہ والنظائر، ص77؛ مجلۃ الأحکام العدلیۃ مادۃ 17۔

31 السیوطی: الأشباہ والنظائر، ص139۔

32 زرقاء احمد مصطفی: المدخل الفقہی العام 2/294.

33 ایضاً۔

34 مرغینانی: ہدایۃ، کتاب الطہارات، باب الانجاس وتطہیرھا 1/73.

35 مختار الصحاح مادۃ (ح رج)؛ معجم لغۃ الفقہاء ص157؛ المصباح 1/155 المعرب 1/152۔

36 صالح بن حمید الدکتور رفع الحرج ص43.

37 ابن نجیم: الأشباہ والنظائر، ص107۔

38 امینی: فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، ص333۔

39 أحمد حسن الزیات وغیرہ: المعجم الوسیط، مادہ "بلی" 1/71۔

40 السیوطی: الأشباہ والنظائر ص78؛ ابن نجیم: الأشباہ والنظائر، ص96-104.

41 کوئی تکلیف یا مشقت یا ضرر عام ہو جائے تو اسے فقہائے " عموم البلوی " میں شمار کیا ہے جب کہ بعض دفعہ لاحق ہونے والی مشقت یا تکلیف خاص نوعیت کی ہوتی ہے جو خصوص البلوی کے زمرہ میں آتے ہیں۔

42 السیوطی: الأشباہ والنظائر، ص80 ابن نجیم: الأشباہ والنظائر ص99؛ السرخسی: اصول السرخی 1/4 وبعدہ۔

43 عورت کی بطور گواہ کسی معاملے میں اس کے تفصیل کے لیے دیکھئے : باحثہ کا مقالہ "حدود و قصاص میں عورت کی گواہی وضعی قوانین اور شریعت اسلامی میں تقابلی جائزہ"۔ باب سوم: فصل عورت کی گواہی شرعی حیثیت، ص187 وبعد۔

44 المرغینانی: الہدایۃ 1/441، کتاب الصلاۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب السیر۔ اس کے علاوہ الجزری، کتاب الفقہ الأربعۃ 1/380۔

45 الجزیری: کتاب الفقہ، 2/366۔

46 ایضاً۔

47 المعجم الوسیط، مادۃ "سفر"۔

48 المرغینانی: الہدایۃ 2/461 کتاب الشہادت باب شہادت علی الشہادت، باحثہ (زینب امین) کا مقالہ پی ایچ ڈی، حدود و قصاص میں عورت کی گواہی وضعی قوانین اور شریعت اسلامی، ص155۔

49 احمد حسن الزیات وغیرہ، المعجم الوسیط، مادۃ" خف"۔

50 النساء28۔

51 احمد حسین الزیات: المعجم الوسیط، مادۃ" رخص"۔

52 البخاری، عبد العزیز: کشف الاسرار 2/618؛ الغزالی، ابو حامد، المستصفی 1/198۔

مصادر و مراجع

1۔ احمد حسن الزیات، وغیرہ: المعجم الوسیط، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۹۵۶ء۔

۲۔ احمد بن حنبل: مسند الامام احمد بن حنبل، دار صادر بیروت۔

۳۔ اسماعیل: الصحاح۔ تحقیق عبد الغفور، دار الکتب العربی۔

۴۔ الامینی، محمد تقی: فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامک سٹڈی سرکل لاہور۔ اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔

۵۔ بخاری: محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ: صحیح البخاری تحقیق: مصطفی دیب البغاء، دار ابن کثیر۔

۶۔ الزبیدی، سید محمد مرتضی: تاج العروس من جواہر القاموس (بن غازی دار لیبیا للنشر والتوزیع)

۷۔ السرخسی: ابو بکر محمد بن احمد: اصول السرخسی، دار الکتاب العربی بیروت، لبنان۔

۸۔ السیوطی: جلال الدین عبد الرحمن: الأشباہ والنظائر مطبعۃ البابی الحلبی مصر۔

۹۔ عزالدین بن عبد السلام: قواعد فی الأحکام فی مصالح الانام، مطبعۃ الاستقامۃ بالقاہرہ۔

۱۰۔ الغزالی: ابو حامد محمد بن محمد: المستصفی من علم الأصول، دار المعرفۃ۔ بیروت۔

۱۱۔ المقری، ابو عبد اللہ محمد بن محمد: القواعد، تحقیق احمد بن عبد اللہ بن حمید (مکۃ مکرمۃ، مرکز احیاء التراث الإسلامی

۱۲۔ ابن منظور: لسان العرب۔ (دار الصادر للطباعۃ والنشر ط۱۳۸۸ھ بیروت)

۱۳۔ ابن نجیم، زین العابدین ابراہیم: الأشباہ والنظائر، دار الجیل بیروت۔

۱۴۔ الشاطبی: ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ: الموافقات، دار المعرفۃ بیروت۔